پروفیسر آئی ایس طاہر علی

عرب ادب کی شاہکار

النظرات

خدا کی تعریف و تحمید سے میں اپنا کام شروع کرتا ہوں اور پھر ادبیات کی تعریف و توصیف کرتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے علماء کی اس خواہش سے نجات ملی جو وہ مجھ میں دیکھنا چاہتے تھے سب مجھے خدا کے حمد کے ساتھ ساتھ ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔ ان کی غلط رائے اور نکتہ چینی نے مجھے ہونے والی برائی سے بچا دیا جو میرے اور شعراء کے درمیان یا انشاپردازوں کے اسالیب بیان اور دیباچوں کے درمیان موازنہ کرنے میں مخل ہوسکتی تھی۔ ان تمام باتوں میں میرے شعور اور وجدانی کیفیت کے سوا کسی اور نے میری مدد نہیں کی۔ اگر میں کوئی اچھا یا برا قول پڑھتا تھا تو بے اس کے کہنے والے کی یا محل کی خبر ہوتی تھی۔ میری حالت ایک گانا سننے والے کی سی ہوتی تھی۔ جو ایک گانا سنکر خوش ہوتا ہے اور دوسرا گانا سنکر بے چین ہوجاتا ہے۔

اس خوشی اور بے چینی کا آواز کے زیر و بم سے یا راگ راگنی کے قواعد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا میں وہی پڑھا کرتا تھا جو میں سمجھتا تھا اور جانتا تھا کہ وہ لکھنے والے کے دل سے ایسا ہی نکلا ہے جیسا کہ کمان سے تیر نکلتا ہے اور نخچیر کے دل و جگر کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ اس نے کہاں کہاں شکل پسند اسلوب اور انوکھی ترکیبیں استعمال کی ہیں اور کن کن مقامات پر وہ زبان کے معاملہ میں کچا ہے اور اپنا ما فی الضمیر کے اظہار سے قاصر ہے وہ اپنے ذہن میں کہاں کہاں غوطے پر غوطے لگاتا ہے اور بالآخر ایک سکون والی جگہ ڈھونڈ کر ٹھہر جاتا ہے۔ کہاں کہاں وہ خیالات کو واضح الفاظ میں بیان کر نہیں پاتا اور نری بکواس کرنے لگتا ہے اور کہاں کہاں وہ بالاکی اور

عیاری سے کام لے رہا ہے اور خوب جانتا ہے کہ اس کے خیالات پا افتادہ ہیں لہذا انہیں انوکھے اسلوب سے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ سننے والے یا پڑھنے والے محنت سے کام لیں اور اگر انہیں اس امر میں کامیابی میسر ہو تو یہ کہہ کر خوش ہوں کہ انہیں عجیب وغریب خیال ہاتھ لگا ہے اور ان پر ایک ایسی مسرت اور کیفیت چھا جاتی ہے جیسے کہ ایک پیاسے انسان پر جسے بہتیری جستجو کے بعد تھوڑا سا گندا پانی ہاتھ لگتا ہے۔

میں اس شخص کو کمزور اور ناقص سمجھتا ہوں جو خیال کرتا ہے کہ صنعتِ ایہام کو پسند کرنے والے اب بھی کثیر التعداد ہیں اور جو اظہارِ خیال پر اکتفا نہیں کرتے اور سخت اور کرخت الفاظ کا جامہ پسند کرتے ہیں۔ اگر کوئی اچھوتی بات سیدھے اور سادے الفاظ میں کہی جائے تو ان کے خیال میں وہ ایک معمولی اور فرسودہ بات ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مصنف یا مضمون نویس کو اپنے ناظرین کی تمنا برآری اور خوشنودی حاصل کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ چنانچہ وہ مشکل پسند الفاظ اور تملق سے کام لیتا ہے۔

میں اسے بھی پہچانتا ہوں جو غیر عرب ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ عربی زبان نام ہے حروف اور کلمات کے مجموعہ کا۔ اسے کیا خبر کہ حرف بہ حرف ترجمہ کرنے والوں نے عربی الفاظ کا اطلاق کن کن چیزوں پر کیا ہے۔ وہ یہ کہہ کر اپنی جان چھڑاتا ہے کہ نئے نئے خیالات اور بڑھتے ہوئے زمانہ کی باتیں جاہلیت والی زبان میں ادا نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے خیال میں انسانی خیالات اور اذہان جغرافیائی طور پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خالص مشرقی ہیں، اور یہ مغربی۔ یہ عربوں کے ہیں اور یہ غیر عربوں کے۔ واقعہ یہ ہے کہ خیالات اپنی جگہ بالکل اٹل ہیں لیکن ترجمانی کرنے والے کو عربی زبان پر کامل دسترس نہ ہونے کی وجہ سے خیالات جو اپنے اصلی کپڑوں میں چھپے ہوئے ہیں صحیح طور سے منتقل نہیں ہونے پاتے۔ مترجم سمجھتا ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ میں بدل دینا کافی ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ انشا پرداز کہاں بخل سے کام لے رہا ہے اور چونکہ اس کا نفس خائن ہے۔ لہذا وہ اس ٹوہ میں ہے کہ پڑھنے والے کو اس کی بات محنت اور جفاکشی سے ہاتھ لگے بخیلی عجیب شے ہے یہ اپنے حامل کے تمام حواس پر خواہ وہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ چھا جاتی ہے۔ بخیل شخص کسی پر احسان نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی خیر کی اس سے توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے علم میں بھی بخل

اتنا ہی کام لیتا ہے جتنا کہ اپنے مال و دولت میں۔ اس کی کوتاہ دستی اپنی زبان کو علمی باتیں کرنے سے روکتی ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے مقدار میں اتنا کم ہے کہ لوگوں کی ضرورت پوری نہیں ہوپاتی۔ وہ اپنے کتے کو بھوکا رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس کے پیچھے پیچھے رہے۔ خدا کی مار ایسے عاجز نادان جھوٹے اور مکار بخیل پر۔

میری نظر میں شاعر اور انشا پرداز ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں خواہ وہ متقدم ہوں یا متاخر۔ خواہ وہ اعجاز بیاں ہوں یا گمنام۔ ان کے لطافت نفس اور مشاہدۂ کائنات نے مجھ پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ منظر نگاری میں اصل سے مطابقت کرنا ان کی خصوصیت ہے۔ اگر وہ جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو اصل کے منافی ہیں تو میں فوراً تاڑ لیتا ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی لسانیات سے تعلق رکھتا ہے اور غریب و نادر الفاظ کا سہارا لیکر اپنے اسلوب کی کمزوری کو چھپاتا ہے تو وہ مجھ سے چھپا ہوا نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ فرزانہ اور دانشمند ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس نے اپنے کارنامہ کو معلومات سے مالا مال کر دیا ہے۔ یا ترجمہ کرکے علماء اور شعراء کے خیالات کو دوسری زبانو میں بڑی خوبی سے منتقل کر دیا ہے اور اس کے ایک ایک لفظ سے بلاغت اور متانت ٹپک رہی ہے ان باتوں کی میری نظر میں قدر و منزلت ہے۔ تاہم میں ان میں سے کسی کو بھی نہ شاعر سمجھتا ہوں اور نہ انشا پرداز۔

میرے نزدیک بہترین غزل وہ ہے جو کسی عاشق کے دل کی گہرائی سے نکلے۔ بہترین مرثیہ وہ ہے جو دکھے دل کی داستان ہو۔ بہترین قصیدہ وہ ہے جو کرم گستری کی ترجمانی کرے بہترین پند و نصیحت وہ ہے جس میں خلوص ہو اور جس میں مکر و فریب کا شائبہ نظر نہ آئے۔ بہترین نوحہ گری وہ ہے جو مصیبت اور دکھ میں زبان سے نکلے۔ بہترین ہجو وہ ہے جس میں سچائی ہو اور بہترین وصف نگاری وہ ہے جو مشاہدہ کی بنا پر کی گئی ہو۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اندوہ و غم سے بھرے ہوئے اشعار اور معرکتہ الآراء نغمات اور رنج و الم کی داستانوں میں کن کن باتوں نے مجھ پر خاص طور پر اثر کیا۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مثلاً

۱۔ جب مہلہل اپنے بھائی کے خون کا انتقام لے رہا تھا اور اسے چند حالات سے

گنبد رونا پڑا۔ یا (۲) امرؤ القیس کو چند آلام سے دوچار ہونا پڑا جب کہ وہ اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے توبہ کر چکا تھا۔ یا (۳) جساس کی بہن جلیلہ کا اپنے شوہر اور اپنے بھائی پر ماتم کرنا یا (۴) متمم بن نویرہ کا اپنے بھائی پر ایک آنکھ سے رونا یا (۵) لیلیٰ بنت طریف کا اپنے بھائی ولید پر رونا یا (۶) عبید اللہ بن عباس کی بیوی ام حکیم کا اپنے دونوں مذبوح بچوں کی تلاش میں حیران و سرگرداں گھومنا یا (۷) شریف کا حیرہ کے کھنڈرات کو دیکھ کر شاہان حیرہ پر حزن و بکا کرنا یا (۸) ابو عبادہ کا ایوان مدائن میں شاہان ایران کو یاد کرنا یا (۹) رضی کا بنو ہاشم پر اور عبلی کا بنو امیہ پر اور رقاشی کا بنو برمک پر رونا یا (۱۰) ابو فراس الحمدانی کا اپنے ہی خاندان کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہونا یا (۱۱) معتمد بن عباد کا قید خانہ میں بے دست و پا ہونا (۱۲) ابن زیدون کا کبھی ولادۃ پر اور کبھی اپنی حالت پر گریہ کرنا یا (۱۳) ابن مناذر کا عبد المجید پر آہ و بکا کرنا یا (۱۳) بحتری کا متوکل پر آبدیدہ ہونا (۱۴) ابن لبانہ کا ابن عباد پر افسوس کرنا یا (۱۵) تیمی کا یزید بن مزید پر آبدیدہ ہونا یا (۱۶) مروان بن حفصہ کا معن بن زائدہ پر گریہ کرنا یا (۱۷) مجنون کا لیلیٰ پر فریفتہ ہونا اور ننگے پاؤں دیوانہ وار گلیوں اور کوچوں میں گنگنانا پھر زمین پر بیٹھ کر لکیریں کھینچنا اور جنگلوں میں جانوروں کے مانند سبزی چرنا اور ہرنیوں کے جھنڈ کے ساتھ چشمۂ آب پر پانی پینا۔ پہاڑوں پر گھومتے پھرنا اور اپنی جان کھونا یا (۱۸) قیس کا مصائب و آلام برداشت کرنا اور لبنیٰ کو اپنے باپ کے حکم سے طلاق دینا اور مر جانا یا (۱۹) جمیل بن معمر کا بثینہ کی محبت میں اپنے باپ سے گھڑکیاں سننا اور یہ کہنا کہ ابا جان! کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے دل سے محبت کا جذبہ نکال دے یا اپنے آپ کو بھلا دے؟ اگر ایسا ممکن ہو تو میں بثینہ کی یاد کو دل سے نکالنے کے لیے حاضر ہوں اور اس کی تصویر کو بھلانے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن ابا جان! ایسا ہو نہیں سکتا۔ میرا صبر و تحمل انتہا کو پہنچ چکا ہے! میں اپنے آپ کو محلہ کی گلیوں میں جانے سے کب تک روکوں! ایسا کرنا میرے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔ یا (۲۰) نبی کریم صلعم کا قیس بن عاصم کا بیان سنکر رونا کہ اس نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ اور ایک بار جب وہ سفر پر گیا ہوا تھا تو اس کی بیوی نے ایک لڑکی کو جنم دیا اور شفقت مادری کی وجہ سے اپنی نوزائیدہ بچی کو اپنے بھائیوں کے ہاں چھوڑ آئی۔ قیس جب سفر سے لوٹا تو اس نے اپنی بیوی سے تمام باتیں دریافت کیں۔ اسے معلوم ہوا

کہ اس نے ایک مردہ بچہ جنا تھا۔ اتفاقاً وہ بچی بڑی ہو کر اپنی ماں سے ملنے آئی۔ قیس نے بھی اس کو دیکھا اور اس کے حسن و جمال سے متاثر ہوا۔ اور پوچھ گچھ شروع کی۔ اسے معلوم ہوا کہ یہ وہی بچی ہے جس کی ولادت کے وقت وہ سفر پر گیا ہوا تھا۔ اس نے اس بچی کو اپنے پاس رکھا اور ایک روز اپنی بیوی کو لاعلم رکھ کر اس بچی کو ایک دور دراز مقام پر لے گیا۔ اور گڑھا کھود کر اس میں اس کو دھکیل دیا اور مٹی ڈالتا رہا۔ لڑکی چلاتی رہی لیکن اسے رحم نہ آیا اور اسے زندہ گاڑ کر لوٹ آیا یا (۲۱) ایک بدوی عورت کا اپنے بیٹے پر آہ و بکا کرنا۔ جو پردیس میں مر گیا تھا اور یہ بین کرنا کہ بیٹا! میں تجھے سپرد خاک کر کے وداع ہو رہی ہوں۔ بیٹا! میں نے تجھے دودھ پلایا تھا۔ اور یہ بین کرنا بیٹا! اس آس میں کہ تیری زندگی سے میں لطف اندوز ہونگی۔ بیٹا! میں تجھ سے محروم ہو گئی۔ اب کسی قسم کے آرام اور حیات کی لذتوں کا مجھ پر اثر نہیں ہوگا۔ میرے مولا! اس بچہ کو عطا کر کے تو نے میری آنکھوں کو روشن کر دیا تھا لیکن یہ روشنی چند روزہ تھی۔ میں آج اس سے محروم ہو گئی۔ تیرا حکم ہے کہ میں صبر کروں اور اس کے اجر جمیل سے بہرہ ور ہوؤں۔ مولا! میں راضی برضا ہوں۔ میرے لاڈلے کی تنہائی پر میرے مولا! رحم کر۔ اور اس کی تنہائی کو دور کر۔ اس کی خطاؤں کو میرے مولا بخش دے۔ قیامت کے دن اس کا حساب کتاب نہ کر۔ کیونکہ اس روز تمام اعضا خود بخود گواہی دینے لگیں گے۔ اس روز مائیں اپنے نونہالوں کو دودھ پلانا بھول جائینگی۔ اس روز والد بیٹا ... ہو نگے۔ اور آنکھیں بے خواب ہونگی۔ آدم کا نام و نشان نہ ہوگا۔ چاروں طرف وحشت ہی وحشت ہوگی۔ یا (۲۲) عروہ بن حزام اور عفراء بنت عقال کی دکھ بھری داستان جب کہ سارا زمانہ ان دونوں کا دشمن ہو گیا اور عفراء کو کسی اور کے ساتھ شادی کرنی پڑی۔ اس واقعہ سے عروہ کے دل پر ایک کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ وہ پاگل ہو گیا بالآخر بھیس بدل کر وہ ایک روز عفراء کے گھر گیا اور اس سے ملا عفراء کے شوہر نے اسے پہچان لیا۔ لہٰذا وہ وہاں سے یہ کہہ کر واپس ہونے لگا۔ عفراء! تیری وجہ سے دنیا مجھے اچھی معلوم ہوتی تھی۔ تیرے چلے جانے کے بعد زندگی کی کوئی وقعت نہ رہی تیرے شوہر نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا اور تکلیف برداشت کی۔ میں اس سے شرمسار ہوں۔ اور اب رخصت ہوتا ہوں۔ میرے لئے اب سوائے موت کوئی علاج نہیں۔

اتنا کہہ کر وہ دونوں خوب روئے۔

عروہ چلا آیا۔ اسے غش پر غش آنے لگے اور وہ ایک بے ہوشی کے عالم میں رہنے لگا۔ اس کا دل صرف دھڑکتا تھا اور وہ کبھی کبھی عفراء کی اوڑھنی (جو عفراء نے دی تھی) اپنے چہرہ پر ڈال دیتا۔ تھا اور ہوش میں آکر اپنے گھر پہونچنے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک سال تک وہ خاموش رہا۔ نہ کسی سے بات کرتا تھا اور نہ کوئی آہ بکا کرتا تھا۔ بیماری نے آخرکار اسے آگھیرا۔ اپنے خیمے کے ایک کونے میں پڑا رہتا تھا۔ آنے جانے والے مزاج پرسی کرتے تو کہتا "بھٹ تیتر نے میرے دھڑکتے ہوئے دل پر اپنے پروں کو چمٹا دیئے ہیں" یہ کہتا جاتا تھا اور زندگی کی آخری سانس لے رہا تھا۔ عفراء کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو اس نے اپنے شوہر سے اجازت مانگی تاکہ وہ عروہ پر ماتم کرے۔ شوہر نے اسے اجازت دی۔ تین روز تک وہ مسلسل روتی رہی اور اپنا سر پیٹتی رہی۔ چوتھے روز اس نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ یا (۲۳) سعد الوراق کی عیسیٰ نصرانی سے دوستی اور مصائب کا جھیلنا۔ سعد پر دنیا تنگ اور تاریک ہوگئی جب اسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ کو اس کے عزیزوں نے رقہ شہر کے مضافات میں ایک گرجا بنا کر ایک راہب کی زندگی گذارنے پر اور عوام سے روپوش ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ سعد نے اپنے گھر کو آگ لگادی اور اپنے عزیز و اقارب کو الوداع کہہ کر ویرانے میں بھٹکنے لگا اور امید کرنے لگا کہ شاید اسے عیسیٰ نصرانی سے ملاقات ہوجائے پادریوں کی بڑی بڑی خوشامدیں کی لیکن ناکام رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بدحواس ہوکر اپنے کپڑے پھاڑنے لگا اور بالکل برہنہ ہوکر گھومنے پھرنے لگا۔ پرندوں کے پاس کھڑا ہوتا تھا اور انہیں قسم اقسام دے کر کہتا تھا کہ اس کا پیغام عیسیٰ نصرانی تک پہنچا دیں۔ بالآخر لوگوں نے اسے ایک روز گرجا کے کونے میں مرا ہوا پایا۔ ایسی کئی مثالیں ہیں جن میں بدبختی اور آلام کی داستانیں ہیں۔

میں نے آنسوؤں کو غمزدہ دلوں کے لئے مظہر رحمت پایا اور میں نے رحمت ونرمی کو اسی لئے پسند کیا کہ مجھے آنسوؤں سے محبت ہوجائے۔ میرا کامل یقین ہے کہ قید حیات اور بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں اور اس کے حقیقی مصور بھی رونے والے ہیں

چنانچہ مجھے سچائی اور حقیقت سے بھی محبت ہو گئی۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان غمزدہ لوگوں سے زندگی میں کوئی حقیقی رشتہ ہے جس کی بنا پر ان کو چاہتا ہوں اور کوئل کی کو کو اور بادل کی گرج چمک میں دیوانہ وار جھومتا ہوں۔ ان آنسوؤں نے مجھے مصیبت سے نجات دلائی۔ وہ روئے تو میں بھی رویا اور اپنی جان کو آنسوؤں سے تسلی دینے لگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں آگہی ہے تو وجدان وکیفیت میں ہے اور حقیقی شعر وہی ہے جو ایک دکھے ہوئے دل کی آواز ہوتی ہے۔ یہ آواز آنسوؤں کے راستہ نکلتی ہے۔ اور آہ و فغاں کے ساتھ پرواز کرنے لگتی ہے۔

میں نے ان دنوں میں خود کو بہت خوش نصیب پایا۔ میرے حالات لتنے عمدہ تھے کہ مجھے اب بھی ان کی یاد تڑپا دیتی ہے اور آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ جب ان یادوں کے قافلے سے ہٹتا ہوں تو خود کو تہی دست پاتا ہوں اور اس تنگ و تاریک دنیا میں مسافر کے مانند خود کو دیکھتا ہوں جہاں میرا نہ کوئی غمخوار ہے نہ کوئی مونس۔ مجھے اس دنیا کی برائیوں سے اس کے گرد آلود مطلع سے اور اس کے باشندوں کے جنگ وجدال سے سابقہ پڑا۔ میں لوگوں کے رانئم وردی کی گوناگونی کو دیکھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ حقانیت پر طاقت غالب ہے اور علم و فضل پر جہالت مستولی ہے۔ سنگدلی اور بے رحمی چاروں طرف چھائی ہوئی ہے۔ مفلس دولتمند کے دست نگر ہیں۔ دولتمند غریبوں اور محنت کشوں کی کمائی کھا رہے ہیں۔ ہر کوئی کمینگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ کمینہ عادات سے اوروں کی دلجوئی کر رہے ہیں اور فضیلت اور مکارم الاخلاق سے ایسا دور بھاگ رہے ہیں جیسا کہ ننگا آدمی اپنی شرم گاہ کو چھپانے کے لئے بھاگتا ہے مبادا مذاق اڑانے والے اور نکتہ چینی کرنیوالے سے انہیں مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ ہر کسی نے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنے جسم سے کپڑے اتار دیئے ہیں اور ایک دوسرے کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ عورت نے مرد کا لباس پہنا اور مرد نے عورت کا۔ نتیجہ میں آدمی عورت کی نظر میں گر گیا اور عورت مرد کی نگاہ میں بے حیا اور خبیث نظر آنے لگی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ مذہب کو لوگوں نے ایک دوسرے کے لئے جنگ وجدل کا سامان بنا رکھا ہے حالانکہ مذہب کی افادیت ایسی ہی ہے جیسی کہ ایک سایہ دار درخت کی جس کے چھاؤں میں لوگ زندگی کے مسائل سے تنگ آکر

آرام کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ چیزوں نے اپنے ناموں کو ترک کر دیا ہے اور ایک دوسرے سے خلط ملط ہو رہی ہیں۔ ان ناموں میں ایسی ایسی چیزیں داخل ہو رہی ہیں جو پہلے ممنوع تھیں اور ایسی ایسی باتیں ہو رہی ہیں جو پہلے پسندیدہ تھیں۔ اب بخیلی کو اقتصادیات کہا جاتا ہے۔ سخاوت کو فضول خرچی بردباری کو بزدلی۔ بھونڈی بات کو جیرت اور دلیری۔ حماقت کو فضیلت۔ فسق و فجور کو جوانمردی اور چھچھورے پن کو حریت کہا جاتا ہے۔ ارباب فضیلت کو مشکلوں کا سامنا ہونے لگا کیونکہ ہر موڑ پر ایک فریبی اور دھوکا دینے والا انسان بیٹھا ہوا ہے۔ میرے نزدیک "ادبیات" ادیب کو کوئی برائی کرنے یا برائی کرنے والوں کی مدد و معاونت کرنے سے روکتی ہے۔ کبھی خدانخواستہ اس پر نفسانی شہوت کا غلبہ ہو تو اسے اپنا عیش منغص اور زندگی مکدر معلوم ہوتی ہے۔ وہ رات رات بھر بے چینی اور کرب محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نفسانی شہوت ایک عارضی شے ہے جس کا روح سے کوئی تعلق نہیں۔

پس نہایت مؤدب شخص اور پاکیزہ سیرت والا ان کے نزدیک وہ ہے جو وعدہ کر کے پورا نہ کرے۔ اور جو جھوٹ بات کی ملمع سازی کرے۔ جو بظاہر خندیدہ رو ہو گرچہ اس کا دل بغض و کینہ سے بھرا ہوا ہو۔ جو ہر قسم کا سرقہ کرے اور قانون سے کھیلے۔ اور مجھوں کو دھوکا دے۔ جو بنی نوع انسان کو دل سے نفرت کرے اور لفظی جمع خرچ میں محبت کا اظہار کرے۔ جو ایسے ایسے اصطلاحات اور محاورے استعمال کرے کہ جو ان تمام باتوں سے خالی ہوں جب کہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کے وقت یا تہنیت اور تعزیت کے دوران یا خورد و نوش میں استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بجائے بلندی اور عظمت کے انحطاط پیدا ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر میں ایک خوف اور ہراس محسوس کرنے لگا۔ کیونکہ میں نوعمر تھا اور مجھے ایک عجیب و غریب منظر معلوم ہوتا تھا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ میں جس عالم خیال میں رہتا تھا۔ وہ اس مادی دنیا کا صحیح پرتو ہے۔ مجھے عالم خیال اور عالم حقیقت (یہاں مراد گوشت و پوست کی دنیا سے ہے) کا فرق دیکھ کر ایک اذیت ہوئی پس میں اس کے بارے میں مسلسل لکھتا رہا جیسا کہ ایک دردمند اپنے درد

کی وجہ سے کراہتا رہتا ہے۔ چند لوگوں نے میری باتوں کو پڑھا اور اس کو "ملفوظات" کا نام دیا۔ لوگ میرا حوصلہ بڑھاتے رہے اور مجھے لکھنے پر اکساتے رہے۔ چنانچہ میں نے بھی ان کی مطلب برآری کی اور انہوں نے مجھے ایک انشا پرداز کا لقب دے دیا۔

لمحات
انگریزی

شاہ ولی اللہ کی حکمت الٰہی کی یہ بنیادی کتاب ہے اس میں وجود سے کائنات سے ظہور تدلی اور تجلیات پر بحث ہے
اس کتاب کا پروفیسر غلام حسین جلبانی نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے

قیمت :۔ ۳ روپے

سطعات

انسان کی نفسی تکمیل و ترقی کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو طریق سلوک متعین فرمایا ہے اس رسالے میں اس کی وضاحت ہے ایک ترقی یافتہ دماغ سلوک کے ذریعہ جس طرح حظیرۃ القدس سے اتصال پیدا کرتا ہے سطعات میں اسے بیان کیا ہے۔

قیمت :۔ ایک روپیہ ۰ پچاس پیسے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد